(۱۴)

اتفاق واتحاد کی برکات

(فرمودہ ۱۳/ مئی ۱۹۲۷ء)

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میں آج ضرورت زمانہ کے لحاظ سے ایک اہم مضمون کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں- لیکن بوجہ اس کے کہ میرے گلے میں کچھ تکلیف ہے- جس کی وجہ سے نہ تو میری آواز پوری طرح نکل سکتی ہے اور نہ مجھے طبی لحاظ سے زیادہ زور سے بولنا جائز ہے- اس لئے میں نہایت اختصار سے کام لینے کی کوشش کروں گا- اور امید رکھوں گا کہ ہر وہ شخص جس کے دل میں اسلام سے کچھ بھی محبت پائی جاتی ہے- ہر وہ شخص جس کے دل میں مسلمانوں کی کچھ بھی الفت باقی ہے- ہر وہ شخص جس کے دل میں قرآن کریم کے متعلق کوئی ادب واحترام باقی ہے- اور ہر وہ شخص جس کے دل میں ملتِ رسول کریم ﷺ کے متعلق کوئی درد باقی ہے- وہ میرے ان کلمات کی طرف غور کے ساتھ اور تدبر سے توجہ کرے گا- اور ان کے مطابق اپنے اندر اصلاح پیدا کرنے کی کوشش کرے گا-

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ اختلاف ہر جگہ پایا جاتا ہے- کوئی دو وجود دنیا میں ایک جیسے نظر نہیں آتے- بعض دفعہ انسانی آنکھ اور انسانی نظر اس اختلاف کو نہیں دیکھ سکتی- جو دو ایک جیسی چیزوں میں ہوتا ہے لیکن خوردبین کے ذریعہ اگر ان کو دیکھا جائے تو ان کی شکلوں میں بھی سینکڑوں قسم کے اختلاف نظر آجائیں- اسی طرح طبائع میں اختلاف ہوتا ہے- میلانوں میں اختلاف ہوتا ہے- طاقتوں میں اختلاف ہوتا ہے- خواہ وہ طاقتیں جسمانی ہوں- یا دماغی- عمروں، شکلوں، قدوں میں اختلاف ہوتا ہے- غرض کوئی چیز ایسی نظر نہیں آتی- جس میں اختلاف نہ ہو- لیکن باوجود اس اختلاف کے ہم آپس میں لڑتے بھڑتے نہیں- کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے نہیں لڑتا اس وجہ سے کہ تیرا قد مجھ سے لمبا ہے یا چھوٹا ہے اسی طرح کوئی کسی سے نہیں لڑتا اس لئے کہ تیری شکل مجھ

سے اچھی ہے یا تو مجھ سے بد صورت ہے۔ اسی طرح کوئی کسی سے اس بات پر نہیں لڑتا کہ تو مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے یا مجھ سے کم علم رکھتا ہے۔ اور پہلے تو اس پر بھی لڑائی نہیں ہوا کرتی تھی۔ کہ تیرا رنگ کالا ہے اور میرا گورا ہے۔ گو آج کل یہ سوال پیدا ہو رہا ہے۔ اور گوری قومیں کالی قوموں پر حکمرانی کرنا اور انہیں اپنے ماتحت رکھنا اپنا حق سمجھتی ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اب بھی گوری اور کالی قوم کی رنگت کی وجہ سے لڑائی نہیں بلکہ گورے اور کالے تمدن کی لڑائی ہے۔ گوری قوم کالی سے اور کالی گوری سے اس لئے ڈرتی ہے کہ ایک کا تمدن دوسری کے تمدن کو تباہ نہ کر دے۔

غرض اختلاف ہر چیز میں پایا جاتا ہے۔ مگر اس کی وجہ سے ہر ایک دوسرے سے لڑتا جھگڑتا نہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ یہ کہ ہر شخص سمجھتا ہے کہ یہ اختلاف میرے کام اور میرے مقصد میں روک نہیں ہے۔ مثلاً ایک زمیندار ہے وہ جانتا ہے اگر دوسرے کسی زمیندار کا قد مجھ سے لمبا ہے تو میرے کام میں حارج نہیں۔ اور اگر چھوٹا ہے تو میرے مقصد میں روک نہیں۔ اگر ایک زمیندار کا رنگ گورا ہے۔ تو اس وجہ سے اس کا دوسرے کالے رنگ کے زمیندار کی کھیتی سے کم غلہ نہیں پیدا ہو گا اور اگر کالا ہے تو گورے رنگ کے زمیندار کی کھیتی سے کم غلہ نہیں نکلے گا۔ پس اس اختلاف کا ان میں سے کسی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لئے اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔

اس عام حالت سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دنیا میں اسی اختلاف پر لوگ لڑتے ہیں۔ جو کسی کے کام اور مقصد میں حارج ہوتا ہے۔ لیکن وہ جو حارج نہ ہو۔ اس پر نہیں لڑتے۔ مثلاً قد کا اختلاف ہے۔ یہ فوج میں بھرتی ہونے کے معاملہ میں حارج ہو جاتا ہے۔ جب بھرتی ہوگی۔ اور اس کے لئے خاص ناپ کے قد کی شرط ہوگی۔ تو بھرتی کرنے والا افسر اس شخص کو بھرتی نہیں کرے گا۔ جس کا قد اتنا لمبا نہ ہو گا۔ مگر یہ ہو سکتا ہے کہ وہیں سے نکل کر کسی مجلس میں جانا ہو۔ تو افسر اور وہ شخص جسے اس نے بھرتی نہ کیا تھا۔ دونوں شامل ہوں۔ کیونکہ اس مجلس میں شامل ہونے میں قد کا اختلاف حارج نہ ہو گا۔ اور اس میں اتنے قد کی شرط نہیں جو فوج کے لئے ضروری تھا۔ تو ایک آفیسر فوج کے لئے بھرتی کرتے وقت ایک چھوٹے قد کے آدمی کو نکال دے گا۔ مگر چائے خانہ میں دونوں ایک جگہ بیٹھ جائیں گے۔ وہاں قد کا چھوٹا ہونا حارج نہ ہو گا۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر یہ ممکن ہے کہ ایک امیر آدمی جب فوج میں بھرتی ہونے کے لئے جائے تو آفیسر اس کا قد چھوٹا ہونے کی وجہ سے اسے منظور نہ کرے اور انکار کر دے۔ لیکن جب اس کی لڑکی سے شادی کی درخواست کرے تو وہ قبول کرلے۔ اپنے جسم کا ٹکڑا تو اسے دینے کے لئے تیار ہو جائے گا مگر فوج میں بھرتی نہ کرے گا۔ اس کی وجہ یہی

ہو گی کہ فوج میں قد کے چھوٹے ہونے سے حرج واقعہ ہو تا تھا۔ مگر شادی کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہو گا۔

پس اصل بات انسان یہی دیکھتا ہے۔ کہ جو کام وہ کرنے لگا ہے اس میں کسی کا اختلاف کہاں تک حارج ہو تا ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ مسلمانوں میں جو اختلاف ہے۔ اس کا ہمارے تعلقات پر کس قدر اثر پڑتا ہے۔ مثلاً شیعہ سنی کا اختلاف ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ کیونکہ امام مقتدیوں کی طرف سے خدا تعالیٰ کے حضور درخواست پیش کرتا ہے کہ ان کی دعائیں قبول کی جائیں۔ اب اگر شیعہ کے نزدیک سنی غلط عقائد رکھتا ہے یا سنی کے نزدیک شیعہ غلط عقائد رکھتا ہے۔ تو وہ کس طرح پسند کرے گا کہ اپنی دعا کی درخواست ایسے شخص کے سپرد کرے جس کے عقائد ہی اس کے نزدیک غلط ہیں۔ وہ تو یہی کہے گا کہ میں اپنی درخواست اس کے ذریعہ پیش کروں گا جس کے عقائد میرے نزدیک درست ہیں۔ تاکہ وہ منظور ہو سکے۔ اور اس کا یہ کہنا بالکل جائز ہو گا۔ کیونکہ اگر کسی کا مقصد بالکل صحیح ہو گا۔ تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے زیادہ قبول ہو گی۔ اگر اس کے عقائد میں تھوڑا نقص ہے تو کم قبول ہو گی۔ اور اگر بالکل غلط عقائد رکھتا ہے تو بالکل قبول نہ ہو گی۔ چونکہ اس اختلاف کا اثر انسان کے فوائد اور اس کی آخرت کی زندگی پر پڑتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی شیعہ سنی کے پیچھے اور سنی شیعہ کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ تو کسی کو حق نہیں کہ ان کو برا بھلا کہے۔ اگر ایک کے نزدیک دوسرے کے عقائد غلط ہیں۔ تو ان کا حق ہے کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔

اسی طرح رشتہ ناطہ کا معاملہ ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ ہم میں عقائد کا اختلاف ہے۔ اور لڑکی خاوند کے تابع ہوتی اور اس کا اثر قبول کرتی ہے۔ اس لئے میں ایسے شخص کو نہیں دوں گا جس کے عقائد کو میں صحیح نہیں سمجھتا۔ تو یہ بالکل جائز ہو گا کیونکہ اس اختلاف کا اثر رشتہ کے معاملہ میں ضرور پڑتا ہے۔ اس وجہ سے لڑکی والے کا حق ہے کہ کہہ دے کہ فلاں کو لڑکی نہ دوں گا۔ کیونکہ اس کے عقائد کو میں درست نہیں سمجھتا اور اس کے مذہب سے مجھے اختلاف ہے۔

پس جس حد تک مذہب کے اختلاف کا اثر معاملات پر پڑتا ہے اس حد تک اس کا قائم رکھنا ضروری ہے کیونکہ مذہب کی قربانی کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ مذہب کی قربانی کا مطالبہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ خدا کی محبت کو دل سے نکال دیا جائے۔ اگر کوئی شخص مذہب کی قربانی کرتا ہے تو یقیناً خدا تعالیٰ کی محبت اس کے دل سے نکل جاتی ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص خیال کرے کہ فلاں بات

خدا تعالیٰ کی طرف سے اس طرح ہے۔ مگر دوسرے کی خاطر اسے قربان کرنے اور چھوڑنے کے لئے تیار ہو جائے تو لازماً اس کے دل سے خدا تعالیٰ کی محبت نکل جائے گی۔ پس اس قسم کا مطالبہ کرنا کسی کے لئے جائز نہیں ہو سکتا۔ یہ خشیت اللہ کو دلوں سے مٹاتا ہے حالانکہ خشیت اللہ ہی مذہب کی جان ہے۔ دیکھو اسلام صرف مسلم کو فائدہ دیتا ہے۔ مگر خشیت اللہ ہندو عیسائی اور یہودی کو بھی فائدہ پہنچاتی ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو کوئی ہندو مسلمان نہ ہو۔ کوئی عیسائی مسلمان نہ ہو۔ کوئی یہودی مسلمان نہ ہو۔ خشیت اللہ کسی مذہب سے تعلق نہیں رکھتی۔ یہ فطرت سے تعلق رکھتی ہے اور مذہب کو جلا دینا اس کا کام ہے۔ اس کا بیج سب انسانوں میں پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سچے مذہب میں لوگ داخل ہوتے رہتے ہیں۔ اور یہی باعث ہوتا ہے کہ بسا اوقات جب کسی ہندو کے سامنے خدا کا نام لیا جاتا ہے تو اس کی آنکھیں نیچی ہو جاتی ہیں۔ نرمی اس کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے اور چہرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت کے جذبات اس میں پیدا ہو گئے ہیں۔ ایسا ہی عیسائیوں' یہودیوں اور سکھوں میں بھی ہوتا ہے۔ اور اسی کا نام خشیت اللہ ہے۔ یہی لوگوں کو ہدایت کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ اور ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ خشیت اللہ کو قائم رکھنے کی کوشش کرے اور کسی مذہب کے لوگ اس کی قربانی نہ کرائیں۔

مگر دنیا میں ایسے مواقع بھی بکثرت آتے ہیں جہاں مذہب کے اختلاف کا اثر اصل کام پر نہیں پڑتا۔ مثلاً مل کر تجارت کرنا ہے۔ اس میں احمدی اور غیر احمدی کا کوئی سوال نہیں پیدا ہو سکتا۔ تجارت تو ہندو اور سکھ سے بھی مل کر ہو سکتی ہے یا مثلاً شفاخانہ بنانا ہے۔ اس کے بنانے کے لئے ہندو' سکھ اور مسلمان مل جاتے ہیں تو اس سے کسی کے مذہب پر کوئی حملہ نہیں ہوتا۔ اور ملنے سے کسی قسم کی ضمیر کی قربانی نہیں کرنی پڑتی۔ لیکن کسی ایسی جگہ جہاں سب اقوام کے لوگوں کے ملنے سے مثلاً شفاخانہ کھل سکتا تھا اور وہ نہ ملیں تو سب کے سب مجرم ہوں گے کہ انہوں نے خلقِ خدا کو ایک فائدہ سے اس لئے محروم رکھا کہ ان میں مذاہب کا اختلاف تھا۔ حالانکہ مذہب کے اختلاف کا اس کام پر کچھ اثر نہ پڑتا تھا۔

جیسا کہ میں نے ابھی مثال دی ہے کہ ایک افسر فوج کے لئے بھرتی کرتے ہوئے ایک چھوٹے قد کے آدمی کو رد کر دے گا۔ لیکن ایک چائے گھر میں اس کے ساتھ داخل ہونے سے انکار نہ کرے گا۔ اسی طرح ہسپتال میں جہاں سے ہر ایک مذہب کا آدمی فائدہ اٹھاتا ہے کام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ اور ایسا شخص مجرم ہو گا جو اختلاف مذہب کی وجہ سے اس میں شریک نہ ہو گا۔ اس لئے

ایسی جگہ اختلاف کا استعمال کرنا جائز نہ ہو گا۔

تم رسول کریم ﷺ کا عمل دیکھ سکتے ہو اس سے یہی بات ثابت ہے۔ آپ جب مدینہ تشریف لے گئے۔ تو اس وقت یہ خطرہ پیدا ہوا کہ مدینہ پر کفار حملہ کریں گے اور جس شہر پر حملہ ہوتا ہے اس میں رہنے والے ہر شخص پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے وہاں کے لوگوں کو جمع کیا اور انہیں بتایا کہ ہم اب یہاں آگئے ہیں۔ ہماری وجہ سے لوگوں میں جوش پیدا ہو گا اور وہ حملہ کریں گے جس کا اثر سب پر پڑے گا۔ پھر جس طرح ہم پر حملہ کرنے والے ہیں۔ اسی طرح تمہارے بھی دشمن ہیں وہ تم پر حملہ کریں گے۔ پس گو تم یہودی اور مشرک ہو اور ہم مسلمان ہیں مگر دشمن سے حفاظت کرنے میں مذہب کا تعلق نہیں ہے۔ آؤ ہم سب مل کر معاہدہ کر لیں۔ جس کی ایک شرط یہ ہو کہ جو کوئی مدینہ پر آکر حملہ کرے خواہ وہ حملہ کسی قوم پر ہو سارے کے سارے مل کر اس کا جواب دیں۔ چنانچہ سب نے مل کر معاہدہ کیا۔ اور شرطوں میں حد بندیاں کر لی گئیں۔ گو یہود نے اس معاہدہ کی پابندی نہ کی۔ اور مشرک رہے ہی نہ۔ سارے کے سارے مسلمان ہو گئے۔ لیکن یہ تو ثابت ہو گیا کہ جہاں بظاہر اتحاد کا سوال تھا وہاں سب کو اکٹھا کر لیا گیا۔ اب اس وقت یہ سوال درپیش ہے کہ اسلام کی جو حالت ہے وہ مسلمانوں کو آپس کے اتحاد کی طرف توجہ دلاتی ہے یا نہیں۔ ایک طرف عیسائیوں کا نہایت خطرناک حملہ مسلمانوں پر ہو رہا ہے۔ عیسائی انجمنوں کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے۔ کہ اگر ہمیں ۵ ہزار مبلغ اور لاکھوں پونڈ دیئے جائیں تو تھوڑے ہی عرصہ میں تمام اسلامی حکومتوں کے مسلمانوں اور دوسرے مسلمانوں کو عیسائی بنا لیں گے۔ جنگ کے بعد مسلمانوں کی حالت خراب ہو گئی ہے۔ اور اب اگر ہم پوری کوشش سے کام لیں گے تو بہت جلد کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ انہیں بکثرت آدمی مل رہے ہیں۔ اور اسلامی ملکوں میں نئے مشن کھولے جا رہے ہیں۔ پانچ ہزار آدمی اگر سال بھر میں سو سو لوگوں کو بھی دھوکا میں لے آئے تو پانچ لاکھ سالانہ مسلمانوں سے نکل کر عیسائیوں میں جا ملیں گے۔ اور بیس سال میں موجودہ مسلمانوں میں سے ۵ فیصدی مسلمان عیسائی ہو جائیں گے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ آج جو قوم ایک سو آدمی اپنے اندر داخل کر سکتی ہے۔ وہ آج سے پانچ سال کے بعد ہزار آدمیوں کو داخل کرنے کی طاقت رکھے گی۔ اور اس طرح ۴۰، ۵۰ سال میں سارے اسلامی عالم کی حالت سخت خطرناک ہو جائے گی۔

دوسری طرف ہندو ہیں۔ جو اپنے سارے اختلافات کو چھوڑ کر یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ مسلمانوں کو یا تو ہندوستان سے نکال دیں گے یا ہندو بنا لیں گے۔ اس فیصلہ کی ابتداء آریوں کی طرف سے ہو

چکی ہے۔ مگر اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں۔ جنہیں سینکڑوں سال سے کبھی خیال بھی نہ آیا تھا کہ کسی غیر مذہب کے آدمی کو بھی ہندو دھرم میں داخل کر سکتے ہیں۔ بلکہ اس بات کو ہندو دھرم کے خلاف سمجھا جاتا تھا۔ اور کسی غیر مذہب کے آدمی کو داخل کرنا اپنی قوم کو بھرشٹ کرنا قرار دیا جاتا تھا۔ مگر وہ قوم جو سینکڑوں اور ہزاروں سال سے یہ کہہ رہی تھی کہ کسی کو اپنے دھرم میں داخل کرنا اپنی قوم کو بھرشٹ کرنا ہے۔ وہ بھی آریوں کی اس بات میں شامل ہو گئی ہے کہ یا تو مسلمانوں کو شُدھ کر لیا جائے یا ہندوستان سے نکال دیا جائے۔ اور عجیب بات ہے کہ ان کے ساتھ جینی بھی مل گئے ہیں جو ویدوں کو مانتے ہی نہیں۔ وہ بھی اس بات کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں کہ وید کا جھنڈا ہندوستان میں کھڑا کریں گے۔ حالانکہ وہ ہم سے بھی زیادہ ویدوں کے مخالف ہیں۔ ہم احمدی مسلمان تو یہ کہتے ہیں کہ وید کسی زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے تھے۔ مگر جینی ان کو ناپاک کتاب سمجھتے ہیں۔ باوجود اس کے عجیب بات ہے کہ مسلمانوں کے خلاف جینی بھی ہندوؤں سے مل گئے ہیں۔ پھر سکھ بھی ان کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ حالانکہ انہیں ہندو مذہب سے کوئی موانست نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ ان کے گوروؤں نے ویدوں کی سخت مذمت کی ہے اور اسلامی احکام کی تعریف کی ہے۔ مگر ہندوؤں کی چالاکی اور ہوشیاری سے ان کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔ ہمیں اس پر گلہ نہیں کیونکہ ہر قوم اپنے لئے جو پالیسی مناسب سمجھتی ہے اس پر عمل کرتی ہے مگر اپنے آپ پر غصہ ضرور آتا ہے۔ کہ ہندوؤں نے تو سکھوں کو ملا لیا جن سے سکھوں کا کوئی تعلق نہ تھا۔ اور ہم نے اس کے لئے کچھ کوشش نہ کی جن سے سکھوں کو مذہبی لحاظ سے بہت قریب کا تعلق تھا۔

غرض ان مختلف لوگوں نے مسلمانوں کے خلاف اتحاد کر لیا ہے جن کے لئے اتحاد ممکن نہ تھا۔ اور انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یا تو مسلمانوں کو ہندو بنا لیں گے یا اس ملک سے نکال دیں گے۔ پبلک میں اس کے لئے تقریریں کی جاتی ہیں۔ اخباروں میں مضامین شائع کئے جا رہے ہیں۔ پھر یہی نہیں کہا جاتا کہ ہندوستان سے مسلمانوں کو نکال دیں گے۔ بلکہ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ مکہ اور مدینہ پر اوم کا جھنڈا گاڑیں گے۔ یہ اوم کا جھنڈا تو محض بہانہ ہے اور مسلمان اس کا مطلب نہیں سمجھے۔ مطلب ان کا یہ ہے کہ مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال کر یا ہندو بنا کر پہلے ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کریں گے اور پھر اپنی فوج لے کر مکہ اور مدینہ کو فتح کر کے دنیا کو بتائیں گے کہ دیکھو جس جگہ کے متعلق مسلمانوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ خدا کی حفاظت میں ہے اسے ہم نے فتح کیا یا نہیں۔ اگر ہندوستان سے مسلمان نکال دیئے جائیں اور یہاں ہندوؤں کی حکومت قائم ہو جائے۔ تو یہ اتنی بڑی طاقت ہو گی کہ

کوئی اسلامی ملک اس کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ ایران اور افغانستان کی آبادی مل کر چند کروڑ بنتی ہے اور وہ ۳۳ کروڑ آبادی کا کہاں مقابلہ کر سکتی ہے۔ غرض ہندوؤں کا مطلب یہ ہے کہ ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کر کے مسلمانوں سے پرانا بدلہ لیں کہ اگر مسلمانوں نے ہندوستان میں آکر حکومت کی تھی تو ہم نے بھی بزور تلوار مکہ اور مدینہ کو فتح کر لیا۔ اب غور کرو اول تو یہی بات ہر ایک مسلمان کے بدن پر رعشہ پیدا کر دینے والی ہے کہ ۷ کروڑ مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال دیا جائے یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ ایک قیامت ہے جو مسلمانوں کے لئے برپا ہوگی۔ لیکن اگر یہی ہوتا تو بھی بڑے فکر اور اندیشہ کی بات تھی۔ مگر اس پر بس نہیں۔ بلکہ ہندوؤں کا یہ منشاء ہے کہ مسلمانوں کو ہندوستان سے نکالنے کے بعد عرب پر حملہ کیا جائے۔ اور مکہ کو جو توحید کا مرکز ہے بتوں کا مندر بنا دیا جائے۔ پس اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی حفاظت کا ہی سوال نہیں بلکہ اسلام کی حفاظت کا سوال ہے۔ اگر واقع میں اس قسم کی حکومت ہندوستان میں قائم ہو جائے کہ ہر طرف ہندو ہی ہندو ہوں اور کوئی مسلمان ہندوستان میں نہ رہے۔ تو پھر کسی مسلمان حکومت کے لئے بھی کوئی ٹھکانا نہیں۔ لیکن اگر ہندوستان میں مسلمانوں کا عنصر مضبوط ہو جو ہندوؤں کو من مانی کارروائیاں نہ کرنے دے تو ہندوؤں کو بھی یہ خطرہ ہو سکتا ہے کہ اگر ہم نے کسی اسلامی ملک پر حملہ کیا تو ہم بھی امن سے نہیں رہ سکیں گے۔ اس وجہ سے ہندو کسی بیرونی اسلامی ملک پر حملہ کرنے کا خیال بھی نہیں کر سکتے۔

یہ مسئلہ ہے جس پر اس وقت مسلمانوں کو غور کرنا ہے۔ دیکھو اگر ایک زمیندار کی بٹ کا سوال ہو۔ تو اس کے لئے کس قدر فریقین جوش دکھاتے ہیں۔ مگر آج تو یہ سوال درپیش ہے کہ ہندو مسلمانوں سے کہہ رہے ہیں۔ اب تم نہیں یا ہم نہیں' پھر اگر ایک کنال زمین کا جھگڑا ہو۔ تو زمیندار اپنے بچوں کو لے کر لٹھ لئے جا کھڑا ہوتا ہے۔ اور کہتا ہے آج ہم مرجائیں گے یا اپنے دشمنوں کو مار دیں گے۔ مگر جو سوال ہمارے سامنے ہے وہ کسی کھیت کا سوال نہیں۔ کسی گاؤں کا سوال نہیں کسی ضلع کا سوال نہیں۔ کسی صوبہ کا سوال نہیں۔ کسی ملک کا سوال نہیں۔ بلکہ ساری دنیا کا بھی سوال نہیں۔ دنیا کی اس زندگی اور اگلی زندگی کا سوال ہے اور وہ یہ کہ اسلام قائم رہے گا یا نہیں۔ ایک بہت بڑی قوم اسلام پر حملہ آور ہے۔ جو روز بروز اپنے خطرناک ارادوں کو ظاہر کر رہی ہے۔ اور ہر روز اس کے ارادے خطرناک ہو رہے ہیں۔ وہ اس ارادہ کو لے کر کھڑی ہوئی ہے کہ ملک کی پہلی حالت کو بدل کر ایسی حکومت قائم کرے جو اسلامی حکومتوں کو مٹا دے۔ اور کوئی مسلمان دنیا میں باقی نہ چھوڑے۔ کیونکہ کون خیال کر سکتا ہے کہ اوم کا جھنڈا مکہ پر گاڑا جائے۔ در آں حالیکہ کوئی اسلامی

حکومت دنیا میں باقی ہو یا کوئی مسلمان ہی زندہ ہو۔ پس جب کوئی قوم یہ کہتی ہے کہ وہ مکہ پر اپنا مذہبی جھنڈا اگاڑے گی۔ تو دوسرے لفظوں میں اس کا یہ مطلب ہے کہ ایک مسلمان کو بھی دنیا میں زندہ نہ چھوڑے گی۔ اور ایک بھی اسلامی حکومت نہ باقی رہنے دے گی۔ کیونکہ جب تک کوئی اسلامی حکومت باقی ہو یا ایک ہی سچا مسلمان زندہ ہو۔ اپنی جان دے دے گا مگر زندہ رہ کر کبھی گوارا نہ کرے گا کہ مکہ پر اوم کا جھنڈا کسی کو گاڑنے دے پس جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے کہ یہ کوئی مذہبی سوال نہیں۔ اگر یہ مذہبی سوال ہوتا تو مختلف مذاہب والے جن میں ایک دوسرے سے زمین و آسمان کا فرق ہے وہ مسلمانوں کے خلاف کیوں مل جاتے۔ دراصل یہ سیاسی سوال ہے۔ ورنہ جینیوں اور سکھوں کا ہندوؤں سے کیا تعلق یہ لوگ اسلام کی نسبت ہندو مذہب کے زیادہ دشمن ہیں۔ ان کے اتحاد سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہبی سوال نہیں بلکہ سیاسی ہے۔ پس اوم کے جھنڈے سے مراد اوم کا جھنڈا نہیں۔ بلکہ ہندوؤں کی حکومت اور بنیوں کی حکومت کا جھنڈا ہے جسے مکہ پر گاڑنا چاہتے ہیں۔

اب میں پوچھتا ہوں ایسی حالت میں کسی اسلامی فرقہ کو جو دوسرے فرقہ کو کافر ہی سمجھتا ہو اتحاد کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ ہندوؤں کے ان ارادوں کا کہ مکہ پر اپنی حکومت کا جھنڈا اگاڑنا ہے احمدی یا غیر احمدی شیعہ یا سنی کے سوال سے کیا تعلق۔ فرض کر لو شیعیت ہی سچی ہے۔ لیکن جب مکہ پر ہندوؤں کا جھنڈا جا گڑے گا تو کیا شیعیت باقی رہ جائے گی یا احمدیت سچی ہے ہمارے عقیدہ کی رو سے۔ کیا وہ باقی رہ جائے گی یا اگر حنفیت سچی ہے تو وہ باقی رہ جائے گی یاد رکھو کوئی اسلامی فرقہ بھی باقی نہیں رہ جائے گا سب مٹیں گے۔ یہ کہہ دینا کہ مکہ کی حفاظت خدا کا کام ہے ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں سخت نادانی ہے۔ کیا خدا کا کام محمد ﷺ کی حفاظت کرنا نہ تھا۔ اور کیا مکہ کی حفاظت کی طرح ہی قرآن کریم میں آپ کے متعلق نہیں آتا کہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ پھر کیا صحابہ آپ کا پہرہ نہیں دیتے تھے۔ حدیثوں سے پتہ لگتا ہے کہ ایک قبیلہ کے لوگ آتے اور آکر آپ کا پہرہ دیتے۔ حالانکہ اس وقت مدینہ پر اسلامی حکومت تھی۔ اور ایسے جان نثار موجود تھے کہ جب جنگ بدر کے موقع پر رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں سے پوچھا۔ تمہاری کیا منشاء ہے تو اس وقت ایک صحابی نے کھڑے ہو کر کہا۔ یا رسول اللہ جو آپ کی مرضی وہی ہماری مرضی ہے۔ ایک اور مہاجر نے بھی یہی کہا۔ اس وقت تک انصار کم اور مہاجر زیادہ تھے۔ اور رسول کریم ﷺ انصار کی رائے معلوم کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے فرمایا نہیں رائے دو۔ میں رائے پوچھتا ہوں۔ اس وقت

انصار نے سمجھا کہ ہم سے پوچھتے ہیں۔ ابتداء میں ان سے ایک معاہدہ ہوا تھا۔ جس میں یہ شرط تھی کہ اگر دشمن مدینہ پر حملہ کرے گا تو ہم لڑیں گے۔ لیکن مدینہ سے باہر جاکر نہیں لڑیں گے۔ اب باہر جاکر لڑنا تھا اس لئے ان سے پوچھا گیا تھا۔ ایک انصاری نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ وہ زمانہ اور تھا جب ہم نے آپ سے معاہدہ کیا تھا جب ہم نے آپ کو خدا کا سچا رسول مان لیا تو پھر معاہدہ کیسا۔ آپ تو یہاں فرماتے ہیں اگر آپ کہیں تو ہم سمندر میں گھوڑے ڈال دیں گے۔ آپ کے دائیں اور بائیں لڑیں گے۔ اور آپ تک کوئی دشمن اس وقت تک نہ پہنچ سکے گا۔ جب تک ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ آئے گا[۴]

پھر حدیثوں سے ثابت ہے سب سے بہادر صحابی وہ سمجھا جاتا تھا جو دوران جنگ میں رسول کریم ﷺ کے پاس کھڑا ہو کر لڑتا تھا۔ کیونکہ حملہ کا سارا زور اس جگہ ہوتا تھا میں پوچھتا ہوں۔ جب خدا تعالیٰ نے آپ کے متعلق یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (المائدۃ:٦٨) فرمایا ہے۔ تو پھر حفاظت کی کیا ضرورت تھی۔ چاہئے تھا صحابہ آپ کو آگے کر دیتے اور خود پیچھے بھاگ جایا کرتے۔ مگر ایسا نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ حفاظت کی پوری پوری کوشش کی جاتی تھی۔

پس یہ کہنا کہ مکہ کی حفاظت کی ہمیں ضرورت نہیں۔ سخت نادانی کی بات ہے۔ مکہ اور مدینہ خواہ کتنی ہی محترم جگہ ہوں۔ محمد ﷺ سے بڑھ کر نہیں ہو سکتیں۔ مدینہ کی برکت کیوں ہے محمد ﷺ کی برکت کی وجہ سے۔ اسی طرح مکہ کی برکت کیوں ہے! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وجہ سے۔ پس جن کی وجہ سے ان مقامات کو برکت حاصل ہوئی۔ وہ زیادہ مبارک ہیں یا یہ جگہیں۔ مکہ حقیقتاً کیا ہے۔ اینٹ پتھروں کی عمارتوں کا مجموعہ ہے۔ مگر محمد ﷺ تو خدا تعالیٰ کا زندہ نور تھے۔ ان کے مٹنے سے ایمان اور نور مٹتا تھا۔ مگر مکہ کے مٹنے سے کیا مٹ جاتا۔ پس اگر کسی کی حفاظت کی ضرورت تھی تو وہ رسول کریم ﷺ کا وجود تھا۔ بے شک مکہ اور مدینہ کی حفاظت کا وعدہ خدا تعالیٰ نے کیا ہے مگر رسول کریم ﷺ کی حفاظت کے وعدہ سے زیادہ نہیں۔ اور اگر محمد ﷺ کی حفاظت کے لئے ظاہری تدبیریں ضروری تھیں تو مکہ کی حفاظت کے لئے کیوں نہیں۔

پس اس حملہ کے مقابلہ کے لئے جو اسلام کو مٹانے کے لئے کیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کو فیصلہ کرنا چاہئے کہ اسلام کو مٹ جانے دیا جائے یا بچانے کی کوشش کی جائے۔ کوئی بھی مسلمان کہلانے والا کبھی یہ پسند نہ کرے گا کہ اسلام مٹ جائے۔ اس لئے ضروری ہے کہ سب جماعتیں خواہ وہ سنی ہوں یا شیعہ۔ چکڑالوی ہوں۔ یا حنفی۔ احمدی ہوں یا غیر احمدی۔ مل جائیں اور ایسی تدبیر اختیار کریں

کہ ہندوستان کا کوئی میدان اور کوئی کونہ ایسا نہ رہ جائے۔ جس میں ہندوؤں کے اس حملہ کا جواب دینے والا کوئی نہ کوئی موجود نہ ہو۔ جب تک اس ارادہ اور اس عزم کے ساتھ مسلمان کھڑے نہ ہوں گے۔ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ اس وقت مسلمانوں کے پاس حکومت نہیں، تجارت نہیں، بنک نہیں، رعب نہیں، مگر ہندوؤں کے پاس یہ سب باتیں ہیں جن سے وہ کمزور مسلمانوں پر دباؤ ڈال سکتے اور گمراہ کر سکتے ہیں۔ ہندوؤں کو صرف اپنا منشا اور مدعا پیش کرنے کی دیر ہے۔ ہزاروں لوگ ایسے موجود ہیں جو ان کے لالچ میں آکر ہندو ہو جائیں گے۔ پس مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہر وہ طریق جو جائز ہو۔ اور جو فتنہ و فساد سے الگ ہو اسے اختیار کریں۔ اور ایسا انتظام کیا جائے کہ اتحاد سے اس حملہ کا مقابلہ کیا جائے۔ یقیناً اسلام میں اس وقت بھی وہ قوت اور طاقت موجود ہے کہ اسے غلبہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اس وقت بھی ایسے دلائل اور براہین حاصل ہیں کہ ہندو کیا کوئی قوم بھی اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کو دنیا تک پہنچایا جائے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ چمکتی ہوئی تلوار مسلمانوں کو دی ہے۔ اب ضرورت ہے کہ اس تلوار کے چلانے والے ہر جگہ ہوں۔ میں اپنی جماعت کے دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ چھوٹے چھوٹے اختلاف مٹا کر سب سے ملنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اگر کوئی اہلحدیث ممبر پر کھڑا ہو کر گالیاں بھی دیتا ہو تب بھی اس کی مدد کرنے کے لئے تیار رہو۔ اور اسے کہو اس وقت ہم اسلام کو بچانے کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ آپ کا جواب دینے کی ہمیں فرصت نہیں ہے۔ اسی طرح خواہ کوئی تمہارا کتنا ہی دشمن ہو۔ اس کی دشمنی کو نظرانداز کردو۔ اگر کوئی گالی دے تو تم اسے دعا دو۔ اگر کوئی تمہیں تھپڑ مارے تو اس کا بوجھ اٹھالو۔ تا تم میں یہ تبدیلی دیکھ کر اس میں بھی تبدیلی پیدا ہو۔ اور وہ بھی اسلام کی خدمت کے لئے تیار ہو جائے۔ پس ضرورت ہے کہ تم لوگ نمونہ دکھاؤ اگر تم نمونہ دکھاؤ گے۔ تو دوسروں میں بھی ضرور تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ اور مسلمانوں میں وہ روح نظر آنے لگے گی جو زندگی کی علامت ہوتی ہے۔ جسے دیکھ کر دشمن مایوس ہو جائے گا۔ اور اپنی ناکامی اور نامرادی اپنی ذلت اور شکست اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لے گا۔ اور بجائے اس کے کہ اوم کا جھنڈا مکہ میں گڑے اسلام کا جھنڈا ساری دنیا میں گاڑا جائے گا۔ پس خوب اچھی طرح سمجھ لو یہ وقت بہت نازک ہے۔ دیر اور سستی کا قطعاً موقع نہیں۔ میں اپنے سب دوستوں سے چاہتا ہوں کہ آج سے ہی وہ اپنے اندر خاص تبدیلی پیدا کریں۔ اور دوسروں کو اس وقت کی نزاکت سمجھائیں۔ پس آج سے اپنے چھوٹے چھوٹے اختلاف مٹادو۔ اور

متفقہ اور متحدہ دشمن کا مقابلہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کی مدد کرے۔ آمین

(الفضل ۲۰/ مئی ۱۹۲۷)

[1] المائدۃ : ۶۸

[2] بخاری کتاب المغازی باب قول اللہ اذ تستغیثون ربکم ... الخ